مولانا برق التوحیدی
ادارہ علومِ اثریہ فیصل آباد

جوابِ آں غزل

محترم قارئین، آپ نے "نوائے وقت" میں سابق وزیرِ اعلیٰ حنیف رامے صاحب کا وہ طویل مضمون دیکھا ہوگا جس میں انہوں نے جماعتِ اسلامی کے حوالے سے اسلام پر بھی رکیک اور غیر شعوری حملے کرکے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کیا ہے۔ رامے صاحب کے نظریات تمام لوگوں پر واضح ہیں کہ انہیں اسلامی تعلیمات سے کس حد تک لگاؤ ہے ؎

ہم بھی واقف ہیں تیری نیرنگی کے تجھے یاد رہے
او گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے

اور ع

مجھے یاد ہے ذرا ذرا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو!

رامے صاحب نے سب سے پہلے مذہب اور دین کی تفریق کرکے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جس اصطلاح کے تحت مسلمان "مذہبِ اسلام" بولتے ہیں وہ دین ہی کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن اگر رامے صاحب کی بیان کردہ تعریفِ دین کو ہی حرفِ آخر سمجھ لیا جاتے تو پھر "لکم دینکم ولی دین" میں دینِ کفار سے کیا مراد ہوگا؟ یعنی اگر اس میں بھی اقتصادی، معاشی اور سیاسی مساوات، اور دیگر امور کا شافی و کافی حل موجود تھا تو پھر اسلام نے آکر کیا دیا؟ دورِ جاہلیت کے نظام میں عوامی مشکلات کا شافی حل موجود نہ تھا۔ اسلام نے آکر پہلے عبادات کے ذریعہ تقویٰ وطہارت کا سبق دیا جو صحیح اور مہذب ترین معاشرہ کی خشتِ اول ہے۔ پھر تعزیرات کے ذریعہ اقتصادی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی حدود کو تسلیم کرنے کی طرف توجہ دی کہ تعزیرات کے بغیر اقتصادی و معاشی کام کرنے والے ادارے یکسر ناکام ہو سکتے ہیں اور ان کے بغیر معاشی و سیاسی توازن اور استحکام بھی قائم نہیں ہو سکتا۔ یعنی عبادات و تعزیرات زندگی کی جمیع ضروریات اور تمام شعبوں کے درمیان ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں اور دونوں میں ایسا تلازم ہے کہ عبادات کے بغیر تعزیرات لایعنی

اور تعزیرات کے بغیر عبادات بے مقصد! لیکن ان دونوں کناروں کو اگر ایک منٹ کیلئے ختم کر دیا جائے تو نفسِ امارہ کی تلاطم خیز امواج اور خواہشاتِ نفس کا سمندر اس طرح امڈے اور اچھلے گا کہ انسانیت کی تمام قدریں اور شرافت و تہذیب کی جمیع روایتیں اس کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔ اور یہی مطلوب ہے غالباً رامے صاحب کا کہ عبادات تو پہلے ہی کالعدم اور تعزیرات کو اب نافذ نہ ہونے دیا جائے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

رامے صاحب نے غلط مبحث کے طور پر عوام کو دھوکہ دینے کی ایک اور کوشش کی ہے۔ پاکستان بنانے کا مقصدِ وحید یہ نہ تھا کہ وہاں مسلمانوں کو علی الاطلاق نماز روزے کی اجازت تھی (بلکہ تھی، جیسے کیسے بھی تھی) لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلامی تعلیمات جن کناروں میں بند ہیں یا یہ گاڑی جن دو پہیوں پر چلتی ہے، ان میں سے ایک تو موجود ہے لیکن دوسرا مفقود، پس اس کے بغیر اسلامی اقدار کا تحفظ ناممکن تھا اور مسلمانوں کو اطمینان و سکون اور راحتِ مطلقہ حاصل نہ تھی۔ اور وہ پہلو تھا تعزیرات کا۔ کہ مسلمانوں کو ایک ایسی مملکت چاہیئے جہاں وہ آزادی عبادات کے ساتھ معاشرے کی تشکیل میں جو جزو لاینفک ہے، اس کو بھی نافذ کر سکیں اور سر جناح اور علامہ اقبال کے خیالات کو غلط معنی پہنا کر اور ان کا ذکر کر کے ادارہ نوائے وقت کو تو ہمنوا بنایا جا سکتا ہے لیکن ایسی مسلم اکثریت کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا جس نے اپنے شیر خوار بچوں اور جوان فرزندوں کو ذبح، اپنی ماں، بہن اور بہو بیٹی کی عزت اور مال و متاع کی قربانی اس لئے دی تھی کہ ان کو ابدی تحفظ حاصل ہو سکے۔ اور یہ تعزیرات کے نفاذ ہی سے ممکن ہے۔ ورنہ رامے جیسے کئی اقتدار پرست، عوام کے خون سے اپنی مانگ بھرنے والے اور ان کے مال و متاع پر تعیش کی زندگی گزارنے والے ہمیشہ عوام کے خوف و ہراس اور بدامنی و انتشار کا سبب بنے رہیں گے اور قوم سمجھتی ہے کہ تعزیرات سے فرار بھی اسی بات کا غماز و عکاس ہے اور مذہب کو دین کا محض جزو قرار دینا بھی اسی فرار کا شاخسانہ ہے۔

اس کے بعد موصوف نے اپنا یہ کارنامہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے ہی سوشلزم کو اسلامی سوشلزم کا لبادہ پہنایا تھا۔ تو کیا یہی خدمتِ اسلام تھی؟ اگر اسلام واقعی آپ کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق کامل دین ہے تو سوشلزم کو مسلمان بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اگر اسلام واقعی سوشلزم کا محتاج ہے تو پھر آج یہ احتیاج کیوں ختم ہوا! کیا پیچ و تاب رازی اور سوز و ساز رومی یہیں آ کر مجمع البحرین کہلاتے ہیں؟ اور انہی دنوں "ایشیا سرخ ہے" کا نعرہ بھی کیا اسلامی سوشلزم سے عبارت تھا جس کی جناب آج تاویل فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس وقت یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا تو اشتراکیت کے سایہ در زندگی میں بسنے والے

کروڑں مسلمانوں کی طرح آج پاکستان کے مسلمان بھی اسی ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے نظر آتے۔

اس کے بعد رامے صاحب نے اپنی تحریروں کو محض صحافتی رسم ورواج کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو آج کی یہ فلسفیانہ لن ترانیاں بھی محض صحافیانہ نعرہ بازی ہی ہو سکتی ہیں اور عوام کو فریب و دھوکہ دینے کی سعی ناشکور کے علاوہ کسی تعبیر کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

غالباً اسی عدم خلوص اور مکر و فریب کا نتیجہ ہے کہ بزعمِ خویش "دین کے خدمتگار" آج بھی بے دین نظر آتے ہیں ــــــــ اللہ یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون !

ــــــــ اور اس کے بدلے سزا" کی توجیہہ یہ نہیں کہ آپ کو عدمِ ارتکابِ جرم کی سزا مل رہی ہے بلکہ آپ ارتکابِ جرم پر عدمِ سزا سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن "واملی لھم ان کیدی متین" ــــــــ یعنی وہاں دیر ہے، اندھیر نہیں!

ــــــــ اور یہی حکمت و فلسفہ ہے تعزیرات کا، کہ کوئی رامے ارتکابِ جرم کے بعد دندنا نہیں سکتا بلکہ اجرائے تعزیر کے بعد نہ صرف ارتکابِ جرم سے باز رہتا ہے بلکہ ؎

دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

کا بھی مصداق ہوگا!

اس کے بعد رامے صاحب نے معاشی، سیاسی اور مذہبی جبر کی بات کی ہے لیکن ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اگر رامے صاحب کے نظریۂ مساوات کا یہ معنٰی ہے کہ معاشی و سیاسی طور پر تمام لوگ یکساں ہوں تو یہ ایک ایسا استحالہ ہے جو خلافِ فطرت ہی نہیں بلکہ عقلِ سلیم بھی اس کا ابا کرتی ہے۔ اور اگر یہ بات واقعی ممکن العمل ہے تو پھر رامے صاحب محض اپنے آس پاس، اپنے پڑوس ہی میں یہ کر کے دکھائیں۔ اور اگر ان دونوں چیزوں میں "مذہبی جبر" کی شرانگیز اور پُر فریب اصطلاح کو محض اس لئے استعمال کیا جا رہا ہے کہ مذہبی پابندیوں سے نجات حاصل ہو سکے یا اپنے استاد بھٹو، جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ "ان کا بال بال سیاست سے لبریز ہے") کی سنت پر عمل درآمد ہو سکے تو پھر "افکار کا سرچشمہ قرآن" کہاں گیا؟ اور عدل و احسان کا جو معنیٰ اور عملی فلسفہ رامے صاحب لیکر عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عوام جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہمسایوں کو روٹی کھلاتے تھے تو خود پیٹ پر پتھر بھی باندھتے تھے۔ لیکن شاہانہ لباس میں ملبوس، امرانہ بود و باش کا مظہر اور سرداری سواری کا شاہسوار رامے جب اقتصادی جبر کے شکار عوام بن جائے گا تو عوام کی نفرت

کے علاوہ کیا حاصل کرے گا! اور اگر آج آدھی دنیا کمیونزم اور آدھی سرمایہ داری کے رحم و کرم پر زندہ ہے تو اس سے نجات کا یہ طریقہ اور راستہ نہیں، بلکہ اس مشکل کا واحد حل اسلامی اقتصادی اور سیاسی نظام ہے اور ایسے نظام کا نفاذ عبادات و تعزیرات کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ بہ نظرِ عمیق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں مساوات ہے کہ بقول:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

جبکہ تعزیرات میں آزادی ہے۔ کیونکہ معاشرے کا ہر فرد اپنے آپ کو جرائم پیشہ اور درندہ صفت عناصر سے مطمئن خیال کرتا ہے۔ اور ایسا معاشرہ تبھی معرضِ وجود میں آسکتا ہے جب انسان آزادی اور مساوات کو بیک وقت محسوس کرے۔ لیکن اس فارمولے کو کسی اور نظام سے ملانا درحقیقت کم علمی اور کج فہمی کی علامت ہے۔

اور جہاں تک نماز کے روحِ دین ہونے کا تعلق ہے تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نماز کی افادیت سے ہی معاشرہ کی بنیادی اصلاح ممکن ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "جس نے نماز کو قائم کیا، اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے اسے ضائع کیا، وہ دوسرے امور کو بالاولیٰ ضائع کرے گا"۔ لیکن ہماری سمجھ سے یہ مسئلہ بالاتر ہے کہ اپنی فہم کا سرچشمہ "قرآن کو قرار دینے والے راجے صاحب کو اکیسویں پارے کی پہلی آیت کیوں نظر نہ آئی کہ نماز تمام برائیوں کے انسداد کی طرف پہلا قدم ہے — اور انہیں قرآن کا یہ واضح ارشاد کیوں سمجھ میں نہ آسکا کہ:

"اگر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ پہلے نماز اور زکوٰۃ کو قائم کریں"!

اور یہ آیات بھی نظروں سے کیوں اوجھل ہو گئیں کہ استغفار و انابت جو روحِ نماز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ اقتصادی و معاشی اور سیاسی حالت بہتر بنا دیتا ہے۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ محض عوام کو جھانسہ دینے کے لئے ہے ورنہ قرآن تو واضح طور پر نماز کے ثمرات میں اقتصادی، معاشی، سیاسی مفادات اور استحکام کا اعلان کرتا ہے۔ اور یہ نماز ہی کا قیام ہے کہ جو ایک عام مسلمان کو ایک ادنیٰ درجہ کے افسر سے ہی نہیں، بادشاہ تک کے اقتصادی و سیاسی اور مذہبی جبر سے بھی نجات کا عملی حوصلہ بخشتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی صفت تو جوامع الکلم ہے لیکن اسے سمجھنے والے راجے جیسے کوتاہ بین ملے — قرآن تو "ذکر للعالمین" ہے لیکن اسے راجے جیسے کج فہم مبلغ ملے جو کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنے آپ کو "بحر تفسیر" کا واحد اور بلا شرکتِ غیرے حکمران اور عالم سمجھتا ہے اور جو اپنی رائے سے مختلف تاویلیں کر کے احکامِ اسلام سے اپنے آپ کو مستثنیٰ باور کرانا چاہتا ہے اور اسے

نماز و زکوٰۃ سے راہِ فرار مطلوب ہے۔

لیکن اس مادہ پرست کوتاہ نظر کو کون سمجھائے کہ دینِ اسلام میں اقدارِ شرافت و اصلاحِ قلب کا مقام مادی روایتوں سے کہیں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور یہی نکتہ ہے زکوٰۃ پر صلوٰۃ کی تقدیم میں۔ کیونکہ نماز طہارتِ قلب کا نام ہے جبکہ زکوٰۃ طہارتِ اموال سے تعبیر ہے۔ لیکن جب طہارتِ قلب نہ ہو تو پھر شرافت و دیانت کی اقدار کا وہ انجر پنجر ہلتا ہے کہ عدم مساوات اور آمریت جنم لیتی ہے۔ لہٰذا اس منطقی صغریٰ و کبریٰ اور ترکیبِ قرآن کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز کے بعد اقتصادی امور کی طرف توجہ دی جائے۔ لیکن قرآن فہمی کا بلند بانگ دعویٰ رکھنے والے جب "زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن" کا مصداق ہوں تو خدا ہی حافظ!

——— اور اس لئے بھی کہ نماز معراجِ مومن ہے۔ جب انسان معراج سے سطحیت کی طرف آتا ہے تو مادہ پرست بن جاتا ہے۔ اور یہ مادہ پرستی منتج ہوتی ہے لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، دنگا و فساد اور سر پھٹول پر۔ تو ایک نہیں، کئی فرعون، ہامان، قارون اور شداد پیدا ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں انسانیت کا خون ہوتا ہے، اقتصادی ادارے تباہ ہوتے ہیں، معاشی و معاشرتی فضا مکدر ہوتی ہے، سیاسی جبر و ستم کو عروج ملتا ہے، طبقاتی مساوات مفقود ہو جاتی ہے تو عدل و احسان عنقا بن جاتے ہیں۔ پھر کئی راہی اس گمشدہ میراثِ معراج کو چاہتے ہیں لیکن اسبابِ معراج سے جاہل اپنی . . . بے بضاعتی کی وجہ سے محرومی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے ——— کیونکہ جب معراجِ انسانیت کو "انحطاط" بخشنے والے "قائد" بننے کے خواب دیکھیں تو یہی ہوگا کہ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکین

بہرحال عدمِ نماز ہی سے سیاسی و اقتصادی جبر جنم لیتا ہے اور معاشرہ میں توازن و استحکام ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ لیکن اس کا تدارک محض دعویٰ بالا سے نہیں بلکہ خلوصِ نیت اور عملی طور پر قرآن فہمی میں ہے۔ اور جب کوئی شخص "فلما نجّاھم الی البر اذا ھم یشرکون" کی تفسیر مجسم بن جائے تو پھر کہنا چاہیئے کہ "ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث"!

اس کے بعد موصوف نے ضمنی طور پر اپنے دفتر پر حملہ اور نورانی کے جلسہ میں حملوں کا ذکر کیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کہ آیا جماعت اسلامی یہ حملے کراتی ہے، یا کوئی اور۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس میں وجہ اشتراک کیا ہے؟ ——— یہی نا کہ اقتدار سے محروم ایک طبقہ سیاسی جبر کے پرفریب نعرہ کے

ذریعہ عوام کو ایک بار پھر زیردست دیکھنا چاہتا ہے اور ایک طبقہ "مذہبی جبر کے ذریعہ لوگوں کو زیرنگیں دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس شعور و آگہی کے دور میں کوئی زندہ ضمیر شخص نہ سیاست میں آمریت دیکھ سکتا ہے، نہ مذہب میں کسی کی اجارہ داری برداشت کر سکتا ہے۔ کیونکہ سیاسی بالادستی بھی صرف آئینِ مصطفےٰ کو حاصل ہے اور مذہبی بالادستی بھی نظامِ مصطفےٰ ہی کو حاصل ہے ـــــ جس طرح سیاست میں مطلق العنان فردِ واحد بطور حکمران قابلِ قبول نہیں، اسی طرح مذہب میں بھی کسی ایک فرد کی حکمرانی مردود ہے ـــــ اور حملے ردِّ عمل ہیں درحقیقت انہی جذبات کے! اور جب یہ دونوں سازشیں ناکام ہونگی اور سیاسی و مذہبی آزادی عوام کو حاصل ہو گی تو اقتصادی و معاشی مسائل خود بخود حل ہوں گے اور یہ مقصد محض خالص نظامِ اسلام کے نفاذ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کی ابتدا عبادت اور انتہا تعزیر ہے!

تصانیف مولانا محمد اشرف سندھو

مقیاسِ حنفیت	۱۵/-	رسول اللہ کی نماز	۲/-
تاریخ التقلید	۱۱/-	اکمل البیان	۲/-
پیغامِ جیلانی	۹/-	؍ عربی	۱/-
مقامِ اہلحدیث	۷/-	دیوبند کا مذہب	۱/۵۰
بریلوی عقائد و اعمال	۳/-	فرقہ ناجیہ	۱/۵۰
بریلویت کا پسِ منظر	۲/۵۰	مناظرہ چک ۴۸	۱/-
رکعاتِ قیامِ رمضان	۲/۵۰	فلاحِ دارین	۱/۲۵
فرقہ وجودیہ	-/۷۵		

دارالاشاعت اشرفیہ سندھو بلوکی ضلع قصور